آیاتِ مُقَطَّعات

لوگ ان کو حروفِ مقطعات کہتے ہیں۔ مگر یہ مستقل آیتیں ہیں، اسلئے میں نے آیاتِ مقطعات لکھا۔ ان کلموں کے حروف تہجی باہم ملاکر نہیں پڑھے جاتے۔ بلکہ الگ الگ ایک دوسرے سے کٹے ہوئے ہوتے ہیں اسلئے ان کو مقطعات کہتے ہیں۔ یعنی "مقطعات الحروف"۔

قرآن مبین کی ایک سو چودہ سورتوں میں سے ۲۹ سورتوں کے شروع میں آیاتِ مقطعات ہیں، جن میں سے ۲ مدنی سورتیں ہیں۔ سورہ بقرہ اور آل عمران، اور ان دونوں کے شروع میں الٓمٓ ہے۔ باقی ۲۷ مکی سورتیں ہیں۔

عربی زبان میں ۲۸ حروف تہجی ہیں جن میں سے ۱۴ حروف ا، ح، ر، س، ص، ط، ع، ق، ک، ل، م، ن، ہ اور ی۔ ان آیات مقطعات میں مستعمل ہیں۔ اور جملہ آیات مقطعات بھی ۱۴ ہی ہیں۔ صرف ایک سورہ شوریٰ میں دو مقطعے آئے ہیں حٰمٓ ۚ عٓسٓقٓ ۝ اسی لئے یہ دونوں دو آیتیں ہیں، ملاکر پڑھنا یا لکھنا صحیح نہیں۔ باقی سب میں ایک ایک مقطعہ ہے۔ بعض مقطعے یک حرفی ہیں مثلاً ق، ن، ص۔ بعض دو حرفی ہیں مثلاً طٰہٰ، طٰسٓ، یٰسٓ، حٰمٓ۔ بعض سہ حرفی جیسے الٓمٓ، الٓرٰ، طٰسٓمٓ، عٓسٓقٓ۔ بعض چار حرفی ہیں جیسے الٓمٓصٓ، الٓمٓرٰ۔ بعض پنج حرفی، جیسے کٓھٰیٰعٓصٓ۔

میرا ایک مکمل رسالہ "الاسکات عن البحث فی الاٰیات المقطّعات" اس موضوع پر موجود ہے، جو اگرچہ ابھی چھپا نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو کبھی چھپکر ہدیۂ ناظرین ہو جائیگا۔ اس میں اس پر سیر حاصل بحث ہے اسلئے یہاں مختصر طور سے کچھ لکھدینا مناسب سمجھتا ہوں۔

مفسرین یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ مقطعات اسرار الٰہیہ ہیں۔ ان کے معنی اٹکل پچو لگانا منع ہے۔ پھر متضاد اقوال بھی ان کے معانی میں بیان کرتے ہیں جو بعض صحابہ یا تابعین یا تبع تابعین کی طرف

منسوب ہیں۔ جن میں زیادہ تر اقوال حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بتائے جاتے ہیں۔ ان تمام اقوال میں جو قول حضرت عبداللہ بن عباس کا صحیح معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ " علماء ان کلمات کے معنی کی دریافت سے عاجز ہیں" حضرت امیر المومنین اعظم صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ ہر کتاب اللہ میں ایک راز ہوتا ہے، اور قرآن کا راز (ان) سورتوں کے ابتدائی کلمات ہیں" حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کا ارشاد ہے کہ " ہر کتاب اللہ کا ایک خلاصہ راز ہوتا ہے اور قرآن کا خلاصہ راز (یہ) حروف تہجی ہیں" غرض یہ ہے کہ یہ اسرار الٰہیہ ہیں جن کا پورا اور صحیح علم رسول اللہ صلعم ہی کو تھا اور یہ راز اوروں کو بتانے کا نہ تھا۔

آجکل بعض لوگوں نے یہ مغالطہ پیدا کیا ہے کہ قرآن میں تدبر کرنے کا حکم ہے۔ اور یہ مقطعات بھی قرآن کی آیتیں ہی ہیں۔ اگر ہمکو ان کے معانی کا پتہ لگانا منع ہے تو گویا یہ آیتیں تدبر کے حکم سے مستثنیٰ ہیں جس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اور پھر بے معنی مطلب سمجھے ان آیتوں کی تلاوت کا فائدہ ہی کیا؟ اسلیئے ان مقطعات کا ضرور کچھ نہ کچھ مطلب ہم کو سمجھنا چاہیئے۔ چاہے اٹکل پچو ہی کیوں نہ ہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کہاں کہا جاتا ہے کہ آپ ان مقطعات کو بے معنی کلمات سمجھیے۔ آپ بھی تو "کچھ نہ کچھ ہی ان کا مطلب" سمجھنا چاہتے ہیں۔ تو کیا یہ ان کا مطلب نہ ہوا کہ یہ کلمات اسرار الٰہیہ ہیں، جو خاص طور سے رسولؐ سے فرمائے گئے۔ یہ بھی تو ایک مطلب ہی ہوا۔

اصل یہ ہے کہ قرآن مبین میں بعض مخاطبتیں، عام انسانوں سے ہیں۔ بعض صرف مسلمانوں سے بعض عام کفار سے، بعض صرف اہل کتاب سے، بعض صرف مردوں سے، بعض صرف عورتوں سے بعض صرف صحابہؓ سے، بعض صرف ازواج مطہرات رسولؐ سے، بعض خاص رسول صلعم سے۔ جو مخاطبتیں خاص رسول صلعم سے ہیں، ان میں بھی بعض ایسی ہیں کہ روئے سخن تو رسولؐ کی طرف ہے۔ مگر مراد امت رسول ہے۔ اور بعض میں رسول و امت دونوں مراد ہیں۔ بعض احکام اگرچہ رسول کیلئے مخصوص طور سے آئے جیسے تہجد کا حکم، مگر امت بھی اگر بجا لائے تو ممنوع نہیں بلکہ بہتر ہے۔ بعض حکم رسول کیلئے مخصوص ہے اور امت کیلئے اس کا اتباع جائز نہیں۔ جیسے کوئی عورت اگر بلا زر مہر

اپنے نفس کو رسول کو ہبہ کر دے ۔ اور رسول اس ہبہ کو قبول کر کے اسکو اپنی زوجیت میں لے لیں تو یہ رسول کے لئے جائز تھا اگرچہ رسول اللہ صلعم نے ایسا کبھی نہیں کیا، اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ہر فعل جائز پر عمل کر لینا ضروری نہیں) مگر یہ اجازت صرف نبی صلعم ہی کے لئے تھی۔ اُمت کے لئے نہیں۔ بعض حکم امت کیلئے مخصوص تھا۔ نبی صلعم کے لئے نہیں۔ مثلاً چار بیویاں ہر وقت رکھنا، اور جب چاہے موجودہ کو طلاق دیکر نئی چار سے نکاح کرے۔ مگر رسول کو کہا گیا کہ موجودہ بیویوں کے بعد اب تمہارے لئے عورت حلال ہی نہیں اسی طرح بعض اسرار کی باتیں ایسی بھی ہو سکتی ہیں کہ ان کا علم صرف رسول ہی کو ہو، اور امت کو نہ ہو۔ وہ باتیں ان حرفوں کے اشاروں میں رسول سے کہی گئیں اور یہ اشارات قرآن ہی میں آگئے تاکہ امت کو اس کا علم رہے کہ ہمارے رسول بعض اسرار الٰہیہ کے محرم بھی تھے۔ اور بعض راز کی باتوں کا بھی آپ کو علم دیا گیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ ان اسرار کے علاوہ اور بھی کچھ اسرار ہوں جن کا علم آپ کو دیا گیا ہو۔ اگر یہ حروف اوائل سورہ میں نہ آتے تو امت کو اس کا علم قطعی طور سے نہ ہوتا کہ رسول اللہ صلعم کو بعض اسرار الٰہیہ کا محرم بھی بنایا گیا ہے، اور آپ کو بعض باتیں ایسی بھی بتائی گئیں جن کا علم آپ کے سوا امت کے کسی فرد کو بھی نہ ہوا اور نہ ہو سکتا ہے۔ جو لوگ اٹکل پچو ان مقطعات کے بلا دلیل اندازہ و قیاس لگا لگا کر معنی لگاتے ہیں وہ اتباع ظن کرتے ہیں جو مقتضائے ایمان کے خلاف ہے۔ چونکہ اتباع ظن سے بار بار قرآن مبین میں منع فرمایا گیا ہے۔

اہل عرب بھی کبھی کبھی باہم حرفوں کے اشاروں میں بولتے تھے۔ "لقیط" اس بچے کو کہتے ہیں جو چند روزہ یا چند ماہہ کسی جگہ پڑا پایا جائے اور اس کے والدین کا پتہ نہ ملے، کوئی دوسرا ترس کھا کر اسکی پرورش کرے۔ ایک لقیط تھا جس نے اسی طرح پرورش پا کر اچھی تعلیم و تربیت پائی تو اب اسکو لقیط کہنا برا معلوم ہوا تو لوگ لام کہنے لگے۔ قبیلہ بنی طے نے اس کی پرورش کی تھی اس لئے طائی کہا جاتا تھا۔ اس کا بیٹا حارثہ بن لام الطائی مشہور شخص گذرا ہے۔ اسی طرح مچھلیاں پانی پر تیرتی رہتی ہیں۔ مگر جہاں انسان پر نظر پڑی فوراً اسب کی سب تہہ آب۔ اس لئے مچھلی کو "نافرہ" کہنے لگے۔ پھر صرف "نون" مچھلی کا نام ہو گیا۔ بدنیوں کو غنیم کہتے ہیں۔ مگر صرف غین سے بدلی سمجھ لیتے ہیں

دھاتوں میں سونا چاندی، اور تانبا ایک دوسرے سے قریب ہے۔ مگر صلابت میں تانبا اپنے دونوں رفیقوں سے زیادہ ہے اسلئے اس کو صاد کہنے لگے۔ پھر انسان، دریا، آفتاب اور آنکھوں کو عین کہتے ہیں، اور قاف ایک مشہور پہاڑ ہے۔

دسوقی شرح مغنی اللبیب جلد اول صفحہ ۱۱۶ میں لکھا ہے کہ الا تفعلون، الا فاعل کی جگہ پر الا تا، الا فا بھی بولتے تھے۔ ایک شاعر کا شعر بھی نقل کیا ہے ؎

فخیر نحن عند الناس منکم اذا الداعی المثوب قال یالا م

یعنی یا لفلان۔ المثوب بار بار پکارنے والا۔

اصمعی سے مروی ہے کہ طرفہ بن عبد البکری جو زمانہ جاہلیت کا مشہور شاعر تھا، ایک ٹیلے پر چڑھا جا رہا تھا۔ اس کے چچا نے دور سے پکار کر کہا طاقاف۔ یعنی یاطرفۃ قف اے طرفہ ٹھہر جا۔ طرفہ کسی ضروری کام سے جا رہا تھا۔ اس لئے وہ یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ عین لام یعنی یا عم لا اقف اے چچا میں نہیں ٹھہروں گا۔ (امالی ابن جنی صفحہ ۳) غرض جلدی کے وقت رازدارانہ اشارات کے موقع پر، پیار اور محبت، یا حقارت و نفرت سے پکارنے یا نام لیتے وقت کلمات کے عوض ان کے ابتدائی حروف سے کام لینے کا دستور عرب میں ضرور تھا۔ یہی وجہ ہے کہ صحاح میں ایک روایت بھی ایسی نہیں ملتی کہ صحابہ نے کبھی رسول اللہ صلعم سے ان مقطعات کے معنی پوچھے ہوں وہ خوب جانتے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول کے درمیان یہ رازدارانہ باتیں ہیں، ان کو دریافت کرنا اور ان کی ٹوہ میں لگنا، یا بطور خود اٹکل پچو قیاس لگانا سخت گستاخی اور حد درجے کی بے ادبی ہے۔ اسی لئے کبھی کسی صحابی نے آنحضرت صلعم سے ان کے معانی نہیں پوچھے، اور نہ خود صحابہ میں ایک نے دوسرے سے ان کے متعلق کچھ پوچھا۔

اگر یہ حروف بے معنی، یا محاورہ عرب کے خلاف ہوتے تو مقطعات والی، ۲۷ سورتیں تو خاص مکہ ہی میں نازل ہوئی ہیں، مگر کفار مکہ تو اس پر خوب چہ میگوئیاں کرتے۔ اور رسول اللہ صلعم سے یا صحابہ سے ان کے معانی پوچھتے، اور کہتے کہ یہ بے معنی حروف سے ان سورتوں کی

ابتدا کیوں ہوئی ہے؟ مگر ایسا ایک واقعہ بھی صحت سند کے ساتھ نہیں ملتا کہ کسی نے بھی ان حروف مقطعات پر کوئی اعتراض کیا ہو۔ جسکی یہی وجہ ہے کہ صحابہ ہی نہیں بلکہ کفار و مشرکین و اہل کتاب جو بھی عرب میں تھے اس طریقہ گفتگو سے آگاہ تھے۔ اور جانتے تھے کہ حرفوں کے اشاروں میں راز کی باتیں دو شخصوں کے درمیان ہوتی ہیں، تو یہ کوئی مستبعد چیز نہیں۔ مگر تابعین و تبع تابعین وغیرہم میں عجمیوں کی بڑی کثرت ہوئی۔ ان کو البتہ یہ اچنبھا سا معلوم ہوا، اور الانسان حریص علی ما منع، جس چیز سے روکا جائے اسکی طرف لپک اور زیادہ ہوتی ہے اس لئے یہ لگے ان میں کرید کرنے اور اٹکل پچو قیاس دوڑانے، مگر ان کے قیاسات کو مانتا ہی کون؟ اس لئے ان کو اپنے اگلوں کی طرف منسوب کرنے لگے۔ تاکہ دوسرے لوگ اعتماد کریں۔ حکومت بنی عباس کا دور تھا، اس لئے حضرت عبد اللہ بن عباس کے نام سے جو قول بھی پیش کر دیا جاتا تھا مقبول ہو جاتا تھا۔ انکار کرنے والا حکومت کی باز پرس میں پڑ جاتا تھا۔ اس طرح کتنی متضاد روایتیں ان کی طرف منسوب ہو کر مشہور ہو گئیں۔ واللہ اعلم و علمہ اتم۔

رباعی

بچوں کو ہے دلچسپی بازیچۂ حال　　رہتا ہے جوانوں کو غم استقبال

بوڑھوں کو بجز حسرتِ ماضی نہیں کچھ　　مُردوں ہی کو ہوا اگر تو ہو فکر مآل

تمنا عفی لہ